غیر افسانوی نثر

MA2 - U7

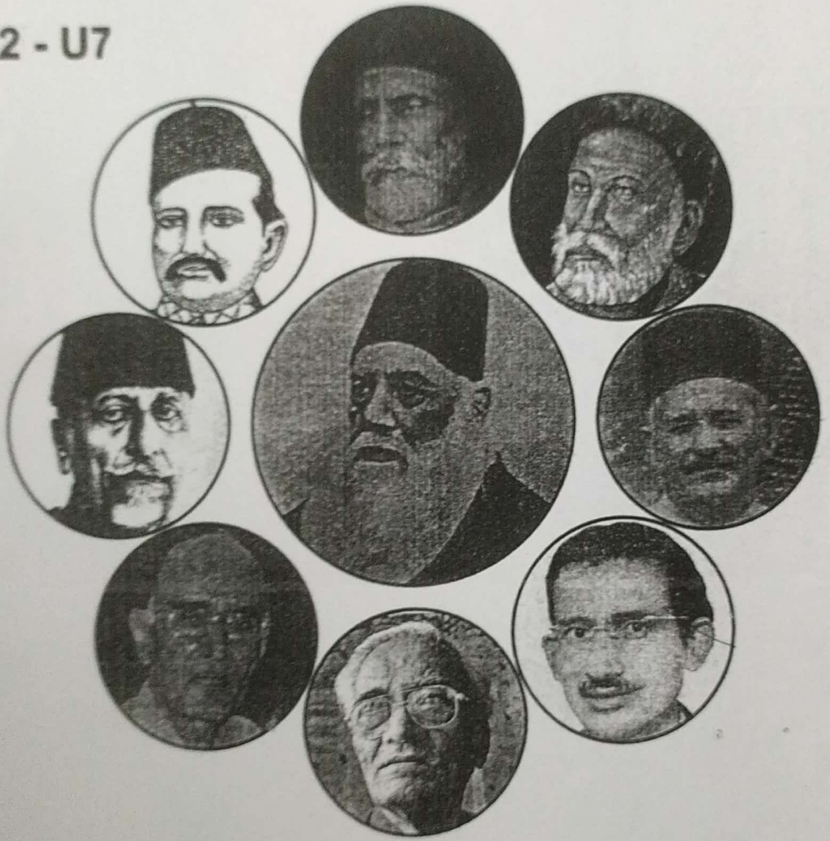

ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر اوپن یونی ورسٹی

Scanned with CamScanner

غیر افسانوی نثر

ایم۔ اے اُردو سالِ دوم

(کورس-VII)

بلاک I تا IV

اکائی 1 تا 20

ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر اوپن یونیورسٹی

حیدرآباد (ریاست تلنگانہ)

2015

Scanned with CamScanner

مجلسِ نصاب

مدیر

ڈاکٹر سید مصطفیٰ کمال

پروگرام کوآرڈینیٹر

پروفیسر محمد شوکت حیات

صدر شعبۂ اردو، ڈاکٹر بی آر امبیڈکر اوپن یونیورسٹی حیدرآباد

مصنفین

1.	پروفیسر نسیم الدین فریس	(اکائی 1)
2.	ڈاکٹر بی بی رضا خاتون	(اکائی 2)
3.	ڈاکٹر مسیحہ متین	(اکائی 3)
4.	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	(اکائی 4)
5.	ڈاکٹر صابر علی سیوانی	(اکائی 5)
6.	ڈاکٹر مسرت جہاں	(اکائی 6، 7)
7.	پروفیسر مجید بیدار	(اکائی 8، 9)
8.	ڈاکٹر فیروز عالم	(اکائی 10، 11، 13، 15)
9.	ڈاکٹر نکہت جہاں	(اکائی 12)
10.	ڈاکٹر حبیب نثار	(اکائی 14)
11.	ڈاکٹر محمد عتیق اقبال	(اکائی 16)
12.	جناب فضل جاوید	(اکائی 17)
13.	ڈاکٹر ممتاز مہدی	(اکائی 18)
14.	پروفیسر اشرف رفیع	(اکائی 19)
15.	ڈاکٹر غضنفر اقبال	(اکائی 20)

گرافکس : مسٹر وینکٹ سوامی

کمپوزنگ : محمد منہاج الدین

اشاعت اول: اگست 2015

© ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر اوپن یونی ورسٹی، حیدرآباد، انڈیا۔

جملہ حقوق محفوظ۔ یہ کتاب ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر اوپن یونی ورسٹی کے درسی نصاب کا جزو ہے۔ اس کتاب کا کوئی حصہ کسی بھی شکل میں ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر اوپن یونی ورسٹی کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر اوپن یونی ورسٹی کے پروگرام کورس کے بارے میں مزید معلومات ڈائرکٹر (اکیڈمک)، ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر اوپن یونی ورسٹی، پروفیسر جی۔ رام ریڈی مارگ، روڈ نمبر 46، جوبلی ہلز، حیدرآباد 500033 سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ فون: 040-23680410

Lr. No. 49 / Dr. BRAOU / DMP / PTG / F-35 / JO-462 / 2015-16 / Dt.19-11-2015 / P-7/ 200 Books

Printed at Pal Printers

فہرست

			صفحہ نمبر
بلاک I		**انشائیہ، مضمون اور ادبی کالم**	
اکائی	1	انشائیہ: فن اور نظریات	9
اکائی	2	انشائیہ کا آغاز (محمد حسین آزاد، خواجہ حسن نظامی)	27
اکائی	3	انشائیے کا عروج	45
اکائی	4	مضمون نگاری کا آغاز وارتقا (سر سید احمد خاں)	59
اکائی	5	اردو میں ادبی کالم نگاری	73
بلاک II		**خطوط، سفر نامہ اور رپورتاژ**	
اکائی	6	خطوط نگاری (غالب)	95
اکائی	7	غبارِ خاطر (مولانا ابوالکلام آزاد)	113
اکائی	8	سفر نامہ	133
اکائی	9	رپورتاژ نگاری	147
بلاک III		**خاکے، سوانح عمری، آپ بیتی اور خودنوشت**	
اکائی	10	خاکہ نگاری کا آغاز (مرزا فرحت اللہ بیگ، مولوی عبدالحق)	161
اکائی	11	خاکوں کے نئے نمونے (یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین، عابد سہیل)	184
اکائی	12	اردو میں سوانح نگاری (حالی)	209
اکائی	13	آپ بیتی اور خودنوشت	235
بلاک IV		**طنز و مزاح**	
اکائی	14	اردو نثر میں طنز و مزاح (اودھ پنچ سے شگوفہ تک)	259
اکائی	15	واقعاتی مزاح (پطرس بخاری)	283
اکائی	16	طنز و مزاح کے فنی محاسن (رشید احمد صدیقی)	295
اکائی	17	پیروڈی نگاری	311
		(کنھیا لال کپور، شفیق الرحمن، احمد جمال پاشا)	

Scanned with CamScanner

اکائی 18	صحافتی طنز (فکر تونسوی)	333
اکائی 19	طنز و مزاح کا عروج (مشتاق احمد یوسفی)	347
اکائی 20	طنز و مزاح کی نئی جہتیں	371
نصاب: ایم اے سال دوم کورس VII		383
نمونہ پرچہ سوالات		385
مشق-I		387
مشق-II		388

Scanned with CamScanner

اکائی 10 خاکہ نگاری کا آغاز (مرزا فرحت اللہ بیگ، مولوی عبدالحق)

ساخت

10.1 اغراض و مقاصد

10.2 تمہید

10.3 خاکہ نگاری، فن اور آغاز وارتقا

10.4 مرزا فرحت اللہ بیگ کے حالات زندگی

10.5 مرزا فرحت اللہ بیگ کی خاکہ نگاری

10.6 مولوی عبدالحق کے حالات زندگی

10.7 مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری

10.8 خلاصہ

10.9 نمونہ امتحانی سوالات

10.10 سفارش کردہ کتابیں

10.1 اغراض و مقاصد

اس اکائی کا مقصد اردو میں خاکہ نگاری کے فن، آغاز وارتقا اور ابتدائی دور کے خاکہ نگاروں مرزا فرحت اللہ بیگ اور بابائے اردو مولوی عبدالحق کے حالات زندگی اور خاکہ نگاری کی خصوصیات سے آپ کو واقف کرانا ہے۔اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

- اردو میں خاکہ نگاری کی تعریف اور روایت سے واقف ہوسکیں۔
- مرزا فرحت اللہ بیگ اور مولوی عبدالحق کے حالات زندگی بیان کرسکیں۔
- مرزا فرحت اللہ بیگ اور مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کے نمایاں اوصاف پر روشنی ڈال سکیں۔

10.2 تمہید

اردو نثر کی تاریخ میں خاکہ نگاری کو اہم مقام حاصل ہے۔خاکہ نگاری دراصل شخصیت کی عکاسی کا نام ہے۔مصنف کسی خاص شخص کو جس انداز سے دیکھتا ہے،اس کے طور طریقوں اور حرکت وعمل کے بارے میں جو کچھ محسوس

Scanned with CamScanner

کرتا ہے، اس سے متعلق اپنے تاثرات خاکے میں ایمانداری، خلوص اور معروضیت سے بیان کر دیتا ہے۔ یوں تو اردو میں خاکہ نگاری کا باقاعدہ آغاز مرزا فرحت اللہ بیگ کے خاکے ''نذیر احمد کی کہانی، کچھ ان کی کچھ میری زبانی'' سے ہوتا ہے لیکن اس کے ابتدائی نقوش انشاء اللہ خاں انشا کی ''دریائے لطافت'' اور محمد حسین آزاد کے تذکرے'' آب حیات'' میں ملتے ہیں۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے بعد مولوی عبدالحق، آغا حیدر حسین دہلوی، خواجہ محمد شفیع دہلوی، دیوان سنگھ مفتون، مولوی عبدالرزاق کانپوری، عبدالماجد دریابادی، رشید احمد صدیقی، عصمت چغتائی، سعادت حسن منٹو، اعجاز حسین، اشرف صبوحی، شوکت تھانوی، فکر تونسوی، مالک رام، محمد طفیل، شاہد احمد دہلوی، نریش کمار شاد، یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین، عابد سہیل اور انور ظہیر خاں نے اس صنف کی طرف توجہ کی اور اسے نئی بلندیاں عطا کیں۔ اس اکائی میں ہم آپ کو خاکہ نگاری کی تعریف اور آغاز وارتقا سے مختصراً واقف کرانے کے ساتھ ساتھ ابتدائی دور کے دو اہم خاکہ نگاروں مرزا فرحت اللہ بیگ اور مولوی عبدالحق کی حیات اور خاکہ نگاری کی خصوصیات سے متعلق معلومات فراہم کریں گے۔

10.3 خاکہ نگاری: فن اور آغاز وارتقا

خاکہ نگاری شخصیت کی عکاسی کا نام ہے۔ خاکہ نگار کا کام کسی شخصیت کے اہم اور منفرد پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے۔ خاکہ میں شخصیت کی خوبیوں اور کمزوریوں کو ہمدردانہ لہجے کے ساتھ دلنشیں پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے۔ خاکہ نگار کے لیے لازم ہے کہ وہ تضحیک یا تنقیص سے گریز کرے۔ خاکہ نگار کا ایمانداری، معروضیت اور غیر جانبداری سے کام لینا اور قوت مشاہدہ، تخیل کی بلند پروازی، الفاظ پر گرفت، نکتہ سنجی اور مصورانہ مہارت جیسی خوبیوں سے آراستہ ہونا ضروری ہے۔ اردو میں خاکہ کے لیے مرقع یا قلمی تصویر اور انگریزی ادب میں اس کے لیے Sketch یا Pen portrait کی اصطلاح رائج ہے۔ ممتاز محقق اور نقاد نثار احمد فاروقی نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے:

> ''بعض گوشوں کی نقاب کشائی ایسی ماہرانہ فراست کے ساتھ کی جائے کہ اس شخصیت کا خاص تاثر پڑھنے والے کے ذہن میں خود بخود پیدا ہو۔ اچھا خاکہ وہی ہے جس میں کسی انسان کے کردار اور افکار دونوں کی جھلک ہو۔ خاکہ پڑھنے کے بعد اس کی صورت، اس کی سیرت، اس کا مزاج، اس کے ذہن کی افتاد، اس کا زاویہ فکر، اس کی خوبیاں اور خامیاں سب نظروں کے سامنے آجائیں۔''

(دید و دریافت۔ نثار احمد فاروقی، صفحہ۔18)

خاکہ کی بنیادی شرطیں بیان کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں:

> ''خاکہ ایک ایسی صنف ہے جس میں زور رعایت ہو یا مبالغہ اور مدح

Scanned with CamScanner

سرائی ہو تو پھر وہ خاکہ نہیں رہتا.....اچھے خاکے کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ
''خاکہ'' ہو یعنی اس میں غیر ضروری تفصیل سے کام نہ لیا جائے۔ وہ
تاریخ یا سوانح نہ ہو۔ یعنی کارناموں سے زیادہ ''کارگزاریوں'' کو پیش
کرتا ہو۔''(ویرو دریافت۔ نثار احمد فاروقی، صفحہ۔18)

خاکے میں، ایسی باتوں کے بیان سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے کسی کی دل آزاری ہو یا مختلف اشخاص کے تعلقات میں کڑواہٹ آئے۔ اس میں طنز کی زیادہ گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف مزاح اور نکتہ سنجی کے مواقع خوب ہوتے ہیں۔ خاکے کو نہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں صرف تعریف ہی بیان کی گئی ہو اور نہ اسے کمزوریوں کا دفتر ہونا چاہیے۔ خاکہ میں اعتدال، توازن، ہمدردی، خلوص، ایمانداری، معروضیت اور غیر جانبداری کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ خاکہ نگار کے لیے لازم ہے کہ مبالغہ اور مدح سرائی سے اجتناب کرے۔

اردو میں کثیر تعداد میں خاکے لکھے گئے ہیں اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان میں معیاری خاکوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ سے لے کر دور حاضر تک خاکہ نگاروں کی ایک طویل فہرست ہے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کو اردو کا پہلا باضابطہ خاکہ نگار تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن اس صنف کے نقوش ہمیں انشاء اللہ خاں انشا اور محمد حسین آزاد کی نگارشات میں بھی ملتے ہیں۔ انشا کی ''دریائے لطافت'' میں کئی شخصیتوں مثلاً میر ظفر علی، بی نورن، بھاڑامل، مرزا صدر الدین اصفہانی اور ملا عبد الفرقان وغیرہ پر شخصی مرقعے شامل ہیں۔ ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر انشا اس جانب توجہ کرتے تو ایک اچھے خاکہ نگار بن سکتے تھے۔ محمد حسین آزاد کی بیشتر تحریروں میں خاکہ نگاری کی خصوصیات ملتی ہیں۔ ''آب حیات'' تو خیر قلمی تصویروں کا مجموعہ ہی ہے، ''نیرنگ خیال'' اور ''دربار اکبری'' میں بھی ان کی مرقع نگاری کے نمونے موجود ہیں۔ آزاد نے ''آب حیات'' میں مختلف شعرا کی بہترین قلمی تصویریں پیش کی ہیں۔ ان کا اسلوب بیان اس قدر دلچسپ ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم اپنی آنکھوں سے ان شعرا کو چلتے پھرتے اور بات کرتے دیکھ رہے ہیں۔ آزاد نے میر، سودا، درد، میر حسن، انشا، ناسخ، آتش، مومن، غالب اور ذوق کی بہترین مرقع کشی کی ہے۔ عبد الحلیم شرر کی ''سیر رجال ونسواں'' میں بھی خاکے کے نقوش ملتے ہیں۔ مرزا ہادی رسوا نے ''وضع داران لکھنؤ'' میں وہاں کی نمائندہ شخصیات کے خاکے پیش کیے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے بھی دہلی کی اہم شخصیات پر خاکے لکھے ہیں۔ خاکہ نگاری کو باقاعدہ ایک صنف کے طور پر برتنے کا سہرا مرزا فرحت اللہ بیگ کے سر ہے۔ ان کا خاکہ ''نذیر احمد کی کہانی، کچھ میری کچھ ان کی زبانی'' 1927 میں شائع ہوا۔ وحید الدین سلیم پر لکھا گیا ''ایک وصیت کی تعمیل'' بھی ان کا یادگار خاکہ ہے۔ ''دلی کا یادگار مشاعرہ'' میں انھوں نے انیسویں صدی کے اہم شعرا مثلاً مرزا غالب، ذوق، مومن، شیفتہ، آزردہ وغیرہ کے بہترین مرقعے پیش کیے ہیں۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے بعد خاکہ نگاری کے ضمن میں مولوی عبد الحق کا نام آتا ہے۔ ان کے خاکوں کا مجموعہ ''چند ہم عصر'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں 24 خاکے شامل ہیں جن میں نام دیو۔ مالی اور گدڑی کا لال

Scanned with CamScanner

اکائی 11 خاکوں کے نئے نمونے (یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین، عابد سہیل)

ساخت

11.1 اغراض و مقاصد

11.2 تمہید

11.3 یوسف ناظم کے حالات زندگی

11.4 یوسف ناظم کی خاکہ نگاری

11.5 مجتبیٰ حسین کے حالات زندگی

11.6 مجتبیٰ حسین کی خاکہ نگاری

11.7 عابد سہیل کے حالات زندگی

11.8 عابد سہیل کی خاکہ نگاری

11.9 خلاصہ

11.10 نمونہ امتحانی سوالات

11.11 سفارش کردہ کتابیں

11.1 اغراض و مقاصد

اس اکائی کا مقصد اردو کے تین اہم جدید خاکہ نگاروں یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین اور عابد سہیل کے سوانحی کوائف اور خاکہ نگاری کی خصوصیت سے آپ کو واقف کرانا ہے۔ اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ سے قابل ہو جائیں گے کہ

- اردو میں خاکہ نگاری کی روایت سے مختصراً واقف ہوسکیں۔
- یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین اور عابد سہیل کی خاکہ نگاری کے نمایاں اوصاف پر روشنی ڈال سکیں۔
- یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین اور عابد سہیل کے حالات زندگی بیان کرسکیں۔

11.2 تمہید

اردو نثر میں خاکہ نگاری کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ خاکہ نگاری دراصل شخصیت کی عکاسی کا نام ہے۔ مصنف کسی خاص شخص کو جس انداز سے دیکھتا ہے، اس کے طور طریقوں اور حرکت و عمل کے بارے میں جو کچھ محسوس کرتا

ہے۔اس سے متعلق اپنے تاثرات خاکے میں ایمانداری، خلوص اور معروضیت سے بیان کردیتا ہے۔یوں تو اردو میں خاکہ نگاری کا باقاعدہ آغاز مرزا فرحت اللہ بیگ کے خاکے ''ڈپٹی نذیر احمد کی کہانی، کچھ میری کچھ ان کی زبانی'' سے ہوتا ہے لیکن اس کے ابتدائی نقوش محمد حسین آزاد کے تذکرے ''آب حیات میں ملتے ہیں۔مرزا فرحت اللہ بیگ کے بعد آغا حیدر حسن دہلوی، مولوی عبدالحق، خواجہ محمد شفیع دہلوی، دیوان سنگھ مفتون، مولوی عبد الرزاق کانپوری، عبد الماجد دریا بادی، مجتبیٰ حسین، عابد سہیل اور انور ظہیر خاں کے علاوہ بے شمار ادیبوں نے خاکہ نگاری کی طرف توجہ کی اور اس صنف کو نئی بلندیوں سے آشنا کیا۔اس اکائی میں ہم آپ کو جدید دور کے تین اہم خاکہ نگاروں یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین اور عابد سہیل کی حیات اور خاکہ نگاری کی خصوصیات سے واقف کرائیں گے۔

11.3 یوسف ناظم کے حالات زندگی

یوسف ناظم کا اصل نام سید محمد یوسف تھا۔وہ 7 نومبر 1921 کو جالنہ، مہاراشٹر میں پیدا ہوئے۔سرکاری اسناد میں سنہ پیدائش 1918 درج ہے۔وہ اپنے سات بھائی بہنوں میں چوتھے نمبر پر تھے۔ان کے والد سید محمد ایوب کا شمار جالنہ کے اہم وکلا میں ہوتا تھا۔ان کو شعر وادب سے بھی دلچسپی تھی، چنانچہ گھر میں کتابوں کا خاصا ذخیرہ تھا۔کھلونا، تہذیب نسواں' عصمت اور بعض دیگر رسائل پابندی سے منگوائے جاتے تھے۔ان کے مطالعے سے یوسف ناظم کا ادبی ذوق پروان چڑھا۔یوسف ناظم نے جالنہ ہائی اسکول سے میٹرک اور اورنگ آباد کالج سے انٹر میڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔انھوں نے 1940 میں جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد میں بی اے میں داخلہ لیا۔1942 میں بی اے کرنے کے بعد 1944 میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے ہی ایم اے اردو کی ڈگری حاصل کی۔اس زمانے میں ایم اے میں تحقیقی مقالہ بھی لکھنا پڑتا تھا۔یوسف ناظم نے اردو کے ظریفانہ ادب پر پونے تین سوصفحات پر مشتمل ایک جامع مقالہ لکھا۔ان کی ادبی زندگی کا آغاز بھی اسی زمانے میں ہوا۔حیدرآباد سے شائع ہونے والے اخبار ''اوج'' میں ان کے مزاحیہ مضامین پابندی سے شائع ہوتے تھے۔نومبر 1944 میں انھیں ریاست حیدرآباد کے محکمہ لیبر (Dept. of Labour) میں مترجم کی ملازمت مل گئی۔انھیں اس محکمے کے قوانین کا' جوانگریزی میں تھے اردو میں ترجمہ کرنے کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔1946 میں ان کی شادی حیدرآباد میں عائشہ بیگم سے ہوئی۔اسسٹنٹ لیبر کمشنر کی حیثیت سے ان کا تبادلہ 1960 میں ممبئی ہوگیا اور 1976 میں وہ ملازمت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوئے۔ممبئی میں ہی 23 جولائی 2009 کو ان کا انتقال ہوا۔

یوسف ناظم کے مزاحیہ مضامین کا پہلا مجموعہ ''کیف وکم'' 1962 میں شائع ہوا۔اس کے بعد ان کی اکیس کتابیں شائع ہوئیں۔مزاحیہ مضامین پر مشتمل کتابیں ''فٹ نوٹ''، ''زیر غور''، ''بالکلیات''، ''فی الحال''، ''فی الفور''، ''فی البدیہہ''، خاکوں کے تین مجموعے ''سائے ہمسائے''، ''ذکر خیر''، ''علیک سلیک'' اور سفرنامہ امریکہ میری عینک سے مشہور ہیں۔انھوں نے ''کتاب نما'' دہلی کا سکندر علی وجد نمبر (1984)، سہ ماہی ''تکمیل'' بھیونڈی کا شاذ تمکنت نمبر (1977)، ''شگوفہ''

Scanned with CamScanner

اکائی 13 آپ بیتی اور خودنوشت

ساخت

13.1 اغراض و مقاصد

13.2 تمہید

13.3 خودنوشت سوانح عمری کا فن

13.3.1 خودنوشت سوانح عمری کیا ہے؟

13.3.2 کیا آپ بیتی اور خودنوشت میں فرق ہے؟

13.3.3 خودنوشت سوانح عمری کی تعریف

13.3.4 خودنوشت سوانح عمری کے اجزا

13.3.5 خودنوشت سوانح عمری کی فنی خصوصیات

13.3.6 خودنوشت کی اقسام

13.3.7 خودنوشت سوانح عمری کی اہمیت

13.4 خودنوشت سوانح عمری کا ارتقا

13.5 خلاصہ

13.6 نمونہ امتحانی سوالات

13.7 سفارش کردہ کتابیں

13.1 اغراض و مقاصد

اس اکائی کا مقصد آپ کو خودنوشت سوانح عمری کے فن اور ارتقا سے واقف کرانا ہے۔ اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- خودنوشت سوانح عمری کی تعریف بیان کرسکیں۔
- خرد نوشت سوانح عمری کی اقسام، اجزا اور فنی خصوصیات واضح کرسکیں۔
- خودنوشت سوانح کے آغاز و ارتقا پر روشنی ڈال سکیں۔

13.2 تمہید

پچھلی اکائی میں آپ نے سوانح نگاری کے فن اور ارتقا سے واقفیت حاصل کی۔ اس اکائی میں ہم آپ کو خودنوشت سوانح یا آپ بیتی سے متعارف کرا رہے ہیں۔ آپ نے رشید احمد صدیقی کی آشفتہ بیانی میری، جوش ملیح آبادی کی یادوں کی برات، اختر الایمان کی اس آباد خرابے میں، مسعود حسین خاں کی "ورود مسعود" کا نام ضرور سنا ہوگا۔ یہ اردو کی چند اہم خود نوشت سوانح عمریاں ہیں۔ اگرچہ اردو میں بہت زیادہ خودنوشتیں نہیں ہیں لیکن معیار کے اعتبار سے یہ کسی دیگر زبان کی خودنوشت سوانح عمریوں سے کمتر نہیں ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ خودنوشت سوانح عمری آخر ہے کیا، اس کی تعریف کیا ہے، اس کے اہم اجزا کیا ہیں، اس کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟ اس کا آغاز کب ہوا، اس کے فروغ میں کن ادبا و شعرا کا نمایاں کردار رہا ہے۔ اس اکائی میں آپ کو ہم ان تمام تفصیلات سے آگاہ کررہے ہیں۔

13.3 خودنوشت سوانح عمری کا فن

13.3.1 خودنوشت سوانح عمری کیا ہے؟

خودنوشت میں سوانح کا لفظ محذوف ہے۔ یعنی پورا لفظ ہے خودنوشت سوانح عمری لیکن مرور ایام کے ساتھ اب صرف خودنوشت رہ گیا ہے۔ اگر خودنوشت کے معنی پر غور کیا جائے تو اس کا مطلب ہے خود کا لکھا ہوا یا اپنا لکھا ہوا۔ اس طرح تو مضمون، انشائیہ، ناول، افسانہ، ڈراما، غزل، قصیدہ یا مثنوی ہر صنف خودنوشت ہے لیکن جب ہم خودنوشت بولتے یا لکھتے ہیں تو اس سے مراد خودنوشت سوانح ہی ہوتی ہے۔

13.3.2 کیا آپ بیتی اور خودنوشت میں فرق ہے؟

خودنوشت کو عام طور پر آپ بیتی کا مترادف یا ہم معنی سمجھا جاتا ہے۔ حالاں کہ ان دونوں میں ذرا سا نازک فرق ہے۔ خودنوشت سوانح عمری کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور یہ بعض اوقات کئی صفحات اور کئی جلدوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ آپ بیتی میں مصنف ان حالات و واقعات کی روداد بیان کرتا ہے جن سے اس کو براہ راست سابقہ پڑتا ہے۔ اس کا دائرہ محدود ہوتا ہے اس لیے یہ روداد اختصار کی متقاضی ہوتی ہے۔ خودنوشت سوانح کا مصنف صرف اپنی روداد ہی بیان نہیں کرتا بلکہ اپنے خاندان، ماحول، عہد اور معاشرے کا حال بھی بیان کرتا ہے۔ اس میں تفصیلات کی خاصی گنجائش ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف آپ بیتی کا فن افسانے کی طرح ہے۔ اس میں اختصار، جامعیت، دلچسپی اور تجسس لازمی عناصر ہیں۔ بے حد ضروری ہے کہ خودنوشت سوانح دلچسپ ہو لیکن اختصار لازمی ہے۔ خودنوشت سوانح عمری کے مطالعے سے ہم مصنف کی زندگی کے تمام احوال و کوائف سے نہ صرف آگاہ ہوتے ہیں بلکہ اس کے خاندانی پس منظر، رسوم و رواج، سیاسی و سماجی حالات، اہم واقعات اور دیگر افراد سے متعلق بھی ہمیں اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ خودنوشت سوانح اور

Scanned with CamScanner

اکائی۔15 : واقعاتی مزاح (پطرس بخاری)

ساخت

15.1 اغراض و مقاصد
15.2 تمہید
15.3 مزاح اور واقعاتی مزاح
15.4 پطرس بخاری کے حالات زندگی
15.5 پطرس کی مزاح نگاری
15.6 خلاصہ
15.7 نمونہ امتحانی سوالات
15.8 سفارش کردہ کتابیں

15.1 اغراض و مقاصد

اس اکائی کا مقصد آپ کو واقعاتی مزاح اور اردو میں واقعاتی مزاح کے سب سے اہم ادیب پطرس بخاری کے حالات زندگی اور ان کی مزاح نگاری کے بارے میں معلومات فراہم کرنا ہے۔ اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- مزاح اور واقعاتی مزاح کی تعریف، اور خصوصیات بیان کرسکیں۔
- پطرس بخاری کے حالات زندگی بیان کرسکیں۔
- پطرس بخاری کی مزاح نگاری کے نمایاں اوصاف پر روشنی ڈال سکیں۔

15.2 تمہید

اردو نثر میں طنز و مزاح کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ طنز و مزاح نگار کا کام سماج میں پھیلی ہوئی کج رویوں پر قلم سے نشتر چلانا ہے۔ وہ ادب میں اعلیٰ انسانی اقدار کو پیش کر کے غمزدہ اور مایوس انسانوں کے زخم پر مرہم بھی لگاتا ہے۔ طنز و مزاح کا بنیادی مقصد اصلاح ہے۔ اردو کے طنز و مزاح نگاروں نے ابتدا سے ہی کھوکھلے سماجی رویوں،

Scanned with CamScanner

تضادات، معاشرتی اور سیاسی برائیوں، مذہبی بنیاد پرستی، توہم پرستی اور فرسودہ روایات کو نشانہ بنایا ہے۔ جعفر زٹلی سے لے کر دور حاضر تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس ضمن میں اکبرالہ آبادی، رتن ناتھ سرشار، منشی سجاد حسین، مچھو بیگ ستم ظریف، تربھون ناتھ ہجر، خواجہ حسن نظامی، مرزا فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، کرشن چندر، شوکت تھانوی، فرقت کاکوروی، کنھیالال کپور، رضا نقوی واہی، مشتاق احمد یوسفی، یوسف ناظم، شفیقہ فرحت اور مجتبیٰ حسین کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ پطرس بخاری کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے صورت واقعہ سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ دوسرے پر طنز کے تیر چلانے کی بجائے خود کو ہی تختۂ مشق بناتے ہیں اور قاری کو ہنسنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے زیادہ تر مضامین میں واحد متکلم کو مرکزی کردار کی حیثیت حاصل ہے۔ اس اکائی میں آپ کو پطرس بخاری کے حالات زندگی اور ان کی مزاح نگاری کی اہم خصوصیات سے واقف کرایا جارہا ہے لیکن اس سے قبل آپ کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ مزاح کیا ہے اور واقعاتی مزاح کسے کہتے ہیں؟

15.3 مزاح اور واقعاتی مزاح

زندگی کی ناہمواریوں کے ہمدردانہ شعور اور ان کے فنکارانہ اظہار کا نام مزاح ہے۔ مزاح کے بارے میں وزیر آغا نے لکھا ہے کہ:

> ''مزاح نگار اپنی نگاہ دوربین سے زندگی کی ان ناہمواریوں اور مضحک کیفیتوں کو دیکھ لیتا ہے جو ایک عام انسان کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔ دوسرے ان ناہمواریوں کی طرف مزاح نگار کے ردعمل میں کوئی استہزائی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ وہ ان سے محظوظ ہوتا اور اس ماحول کو پسند بھی کرتا ہے جس نے ان ناہمواریوں کو جنم دیا ہے۔ چنانچہ ان ناہمواریوں کی طرف اس کا زاویہ نگاہ ہمدردانہ ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مزاح نگار اپنے تجربے کے اظہار میں فنکارانہ انداز اختیار کرتا ہے۔''

(اردو ادب میں طنز و مزاح، وزیر آغا، صفحہ 47)

مزاح نگار کو اپنے سماج اور آس پاس کے ماحول سے محبت ہوتی ہے۔ اس کا مقصد اپنے معاشرے کی ناہمواریوں اور تضادات کو اس انداز میں بیان کرنا ہوتا ہے کہ قاری کو ہنسی آئے۔ مزاح نگار ان ناہمواریوں سے محظوظ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اس میں شریک کرتا ہے۔ اس میں تعمیری پہلو غالب ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف طنز زندگی اور ماحول سے بیزاری اور عدم تکمیل کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ طنز میں نشتریت ہوتی ہے۔ طنز نگار جن چیزوں پر طنز کرتا ہے ان سے نفرت کرتا ہے اور اس کو بدل دینے کا آرزومند ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

Dr. B. R. AMBEDKAR OPEN UNIVERSITY
Road No. 46, Prof. G. Ram Reddy Marg, Jubilee Hills, Hyderabad – 500033

Prof. M.S.Hayat
Head, Dept. of Urdu
Faculty of Arts

(O) :040-23680433
Cell :09866589785
E-mail: mshayat10@yahoo.com

L.No. 673/FA/09

To
Dr. Feroze Alam
MANUU, Hyd.

Dt.18-09-09

Sub:M.A.URDU-Final Year Course---VI---
Block--I & II Unit-2 & 9--- Submission
of Units/Edited Copy-Request-Reg

Dear Sir / ~~Madam~~,

We are grateful to you for accepting our offer inspite of busy academic schedule to ~~edit~~/write course material for M.A.URDU final year Course---- VI
--------------- Block/s I & II --------- Unit/s ------- [illegible]

In this regard we have sent you letters of work allotment for ~~Editing~~ /writing of learning materials pertaining to MA II Year Urdu, we have been instructed by the University authorities to submit the status report for each course immediately.

Hence we request you to kindly expedite the work immediately and send one copy to the Editor and one copy to us. If you have already submitted the unit/s please ignore this letter.

We also request the Editors to kindly contact the course writers immediately and send us status report. Looking forward your cooperation and help.

Copy to The Dean Faculty of Arts

Sincerely Yours

M.S.Hayat
(M.S.HAYAT)

81

غزل میں ہندوستانی روایت اور فراق گورکھپوری

اکائی : 3

ساخت

3.0 اغراض و مقاصد
3.1 تمہید
3.2 فراق گورکھپوری : حیات ~~اور شخصیت~~
3.3 اردو غزل میں ہندوستانی روایت
3.4 فراق کی غزلوں میں ہندوستانی روایت
3.5 فراق کی ایک غزل
3.6 اشعار کی تشریح
3.7 خلاصہ
3.8 فرہنگ
3.9 اپنی معلومات کی جانچ کیجیے : جوابات
3.10 نمونۂ امتحانی سوالات
3.11 سفارش کردہ کتابیں

3.0 اغراض و مقاصد

اس اکائی کا مقصد آپ کو اردو غزل میں ہندوستانی روایت اور فراق گورکھپوری کی غزلوں میں اس کے اثرات سے واقف کرانا ہے۔ اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

* فراق گورکھپوری کی حیات اور شخصیت پر مختصر روشنی ڈال سکیں۔
* اردو غزل میں ہندوستانی روایت کا جائزہ لے سکیں۔
* فراق گورکھپوری کی غزلوں میں ہندوستانی روایت اور ہندوستانی تہذیب و تمدن سے تعلق رکھنے والے اجزا کی شناخت کر سکیں۔
* فراق کی غزلوں کی نمایاں خصوصیات بیان کر سکیں۔
* فراق کی ایک غزل کی تشریح کر سکیں۔

Scanned with CamScanner

3.1

تمہید: اردو زبان و ادب اور شاعری نے جس سرزمین پر جنم لیا فطری طور پر شروع سے ہی اس سرزمین کے اثرات اس پر نظر آتے ہیں۔ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ کی غزلیں ہندوستانیت اور مقامیت کی بہترین مثال ہیں جن میں اس نے نہ صرف ہندوستانی تشبیہات و تلمیحات استعمال کی ہیں بلکہ اس کا محبوب بھی خالص ہندوستانی دوشیزہ ہے۔ اس کا حسن، اس کا ناز و نخرہ، اس کے طور طریقے غرض سب کچھ ہندوستانی ہے۔ قدیم دکنی شاعری میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت اور یہاں کی عوامی زندگی کی جھلکیاں جا بجا نظر آتی ہیں۔ خواہ وہ وجہی، غواصی، بحری، حسن شوقی کی غزلیں ہوں یا ولی اور سراج کی غزلیں۔

شمالی ہند میں ولی کے زیر اثر غزل کا جو چراغ جلا، اس میں بھی ابتدائی دور میں ہندوستانی تشبیہات و تلمیحات اور مقامی زبانوں کے الفاظ ملتے ہیں۔ مثلاً فائز اور آبرو کی غزلیں۔ بعد کے دور میں شاہ حاتم اور پھر ناسخ نے اصلاح زبان کی جو کوششیں کیں ان کی وجہ سے دیسی الفاظ، تشبیہات اور تلمیحات کو ترک کر کے فارسی الفاظ اور تشبیہات اور ایرانی تلمیحات کا استعمال کیا جانے لگا۔ ہندوستانی پھولوں، پھلوں اور دیگر چیزوں کی بجائے ایرانی پھولوں اور پھلوں کا ذکر کیا جانے لگا۔ لیکن اس تبدیلی کے باوجود اردو غزل میں ہندوستانیت کی روح باقی رہی اور ہر دور میں شعراء نے اس روایت کو زندہ و تابندہ رکھا۔ چنانچہ انشاء اللہ خان انشا، نظیر اکبرآبادی، خواجہ الطاف حسین حالی، اسمٰعیل میرٹھی، سرور جہان آبادی، اکبر الہ آبادی، علامہ اقبال، پنڈت برج نرائن چکبست، تلوک چند محروم، فراق گورکھپوری، ساحر لدھیانوی، کیفی اعظمی، مجروح سلطانپوری اور بیکل اتساہی کی نظموں اور غزلوں میں ہندوستانی روایت مختلف شکلوں میں اجاگر ہوئی ہے۔ ہندوستان کی تہذیبی و تمدنی زندگی، یہاں کے موسم، یہاں کے پیڑ پودے، پھل پھول، پرندے، جانور، تہوار، ملبوسات، تقریبات، کھیل تماشے

Scanned with CamScanner

نظم میں رومانیت (اختر شیرانی)

کورس:
بلاک:
اکائی: 3

ساخت

3.0 اغراض و مقاصد
3.1 تمہید
3.2 اردو شاعری میں رومانیت
3.3 اختر شیرانی: حیات اور شخصیت
3.4 اختر شیرانی کی نظم نگاری
3.5 نظم "او دیس سے آنے والے بتا"
3.6 نظم کا خلاصہ
3.7 نظم کا مرکزی خیال
3.8 فرہنگ
3.9 اپنی معلومات کی جانچ کیجیے: جوابات
3.10 نمونۂ امتحانی سوالات
3.11 سفارش کردہ کتابیں

3.0 اغراض و مقاصد:

اس اکائی کا مقصد آپ کو اردو نظم میں رومانیت کی روایت اور مشہور رومانی شاعر اختر شیرانی کے حالات زندگی اور ان کی شاعری کی خصوصیات سے واقف کرانا ہے۔ اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

* اردو شاعری میں رومانیت کی روایت پر روشنی ڈال سکیں۔
* رومانیت کی تعریف اور اس کی خصوصیات بیان کر سکیں۔
* اختر شیرانی کے حالات زندگی بیان کر سکیں۔
* اختر شیرانی کی نظموں کی انفرادیت اور ان کی فنی خصوصیات واضح کر سکیں۔
* اختر شیرانی کی نظم "او دیس سے آنے والے بتا" کا خلاصہ بیان کر سکیں۔

Scanned with CamScanner

تمہید: عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اردو میں رومانیت کا آغاز مغرب کے زیر اثر ہوا لیکن یہ خیال کلی طور پر درست نہیں ہے۔ اگر ہم اردو شاعری کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں رومانوی عناصر شروع سے ہی داخل رہے ہیں۔ ولی، سراج، فائز، یک رنگ، میر، غالب، مومن وغیرہ شعرا کے یہاں رومانیت ملتی ہے۔ اقبال اور جوش کی نظموں میں تو رومانیت کی لے کافی تیز ہے۔ بیسویں صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں رومانیت اپنے عروج پر تھی۔ اس دور میں جہاں سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش، نیاز فتحپوری، مجنوں گورکھپوری اور مہدی افادی نثر میں رومانوی جذبات وخیالات پیش کر رہے تھے وہیں شاعری خصوصاً نظم میں اختر شیرانی رومانیت کو پروان چڑھا رہے تھے۔ اس دور کے تقریباً تمام نوجوان شعرا نے ابتدا میں رومانوی نظمیں کہیں۔ اس عہد میں رومانیت کا رجحان اس قدر حاوی تھا کہ اسے رومانوی تحریک کا نام دیا گیا۔

ہم اس اکائی میں آپ کو اردو شاعری خصوصاً نظم میں رومانیت کی روایت، اس کی خصوصیات، اس کے فروغ کی وجوہات اور اہم رومانوی شعرا سے واقف کرانے کے ساتھ ساتھ اردو شاعری میں رومانیت کے امام اختر شیرانی کی حیات، شخصیت اور شعری خصوصیات سے آگاہ کرا رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

3.2 اردو شاعری میں رومانیت

اردو شاعری میں رومانیت کے آغاز و ارتقا پر گفتگو کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ آپ کو بتایا جائے کہ رومانیت کیا ہے؟

رومان یا رومانس (Romance) لفظ ہماری روزمرہ زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ لفظ سنتے ہی ہمارے ذہن میں عشق و محبت کا تصور ابھرتا ہے۔ لیکن جب ہم ادب یا شاعری میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ اب اس کا مطلب قدیم روایات و اقدار سے بغاوت، ایک نئی دنیا تعمیر کرنے کی آرزو، فطرت سے وابستگی، عظمت رفتہ کی بحالی اور جذبات پر زور ہوتا ہے۔ پرانے زمانے میں مذہب سے بغاوت کرنے والے کو Romantic کہا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ یہ اصطلاح ادب میں داخل ہو گئی اور جرمن ادب میں اسے سب سے پہلے استعمال کیا گیا۔ اب ان لوگوں کو رومانی کہا جانے لگا جو کلاسیکیت، روایت اور روایتی اقدار سے بغاوت کریں۔ کلاسیک سے مراد ہے ہر اعتبار سے مکمل۔ کلاسیکی ادب میں جمالیاتی صوابط، روایات اور قواعد پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ ادب کی سخت گیری کے خلاف ردعمل کے طور پر جو رجحان سامنے آیا اسے رومانیت یا Romanticism کا نام دیا گیا۔ کلاسیکی شاعری میں نفس شعر سے زیادہ قواعد و ضوابط کی پابندی، الفاظ کی تراش خراش، آرائش و زیبائش اور صنائع و بدائع یعنی شعری صنعتوں مثلاً تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز مرسل وغیرہ پر زور دیا جاتا تھا۔ رومانی شعرا نے نہ صرف کلاسیکی اقدار و روایات سے بغاوت کی بلکہ بہت سے اصول و ضوابط کو توڑ کر ادب کو نئی تبدیلیوں سے ہم کنار کیا۔ اب عقل پر جذبے کو، حقیقت پر تخیل کو اور ہوش و خرد پر جوش کو فوقیت دی جانے لگی۔ ان ادیبوں اور شاعروں کے سامنے کوئی واضح سمت اور مناسب متبادل نہ تھا اس کی وجہ سے بے اصولی پیدا ہوئی۔ نیز سمت نہ ہونے کی وجہ سے بے یقینی، تھکاوٹ، ناامیدی اور محرومی کا احساس پیدا ہونا فطری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رومانی ادب میں درد و غم اور یاس و حرماں نصیبی کی کثرت ہے۔

Scanned with CamScanner

The University will pay an honorarium of Rs3500/(Rupees Three thousand and five hundred only) for writing one unit. We are also enclosing the address of the EDITOR for your kind reference.

Prof.BAIG EHSAS,

Retd., Professor and Head Department of Urdu

University of Hyderabad,

8-1-351/14,RAHUL COLONY,TOWLI CHOWKI,HYDERABAD-500 008

M: 9849256723 email:baigehsas@gmail.com

We look forward your esteemed cooperation and help in accomplishment of our academic task. Your presence will surely makes a change so please do join us on 17TH JUNE, 2014 at 11 a.m for elaborate discussions and finalisation of the BLOCKS/UNITS prepared by you.

Please do not hesitate to call us at any time.

With best regards

Yours Sincerely

(M.S.HAYAT)

Copy to the Dean Faculty of Arts for information.

Copy to the Director Academic for information.

Copy to ProfBAIG EHSAS ,Retd Prof and Head HCU.Hyderabad

Copy to the file

Scanned with CamScanner

غالب کی خط نگاری

ساخت

19.0 اغراض و مقاصد
19.1 تمہید
19.2 مرزا غالب کے حالات زندگی
19.3 مرزا غالب کے چند خطوط (متن)
19.4 مرزا غالب کی خط نگاری
19.5 خلاصہ
19.6 اپنی معلومات کی جانچ کیجیے: جوابات
19.7 نمونۂ امتحانی سوالات
19.8 سفارش کردہ کتابیں

19.0 اغراض و مقاصد:

اس اکائی کا مقصد آپ کو مرزا غالب کے حالاتِ زندگی اور خط نگاری کی خصوصیات سے واقف کرانا ہے۔ اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ مرزا غالب کے حالات زندگی بیان کر سکیں۔

☆ مرزا غالب کی خط نگاری کی نمایاں خصوصیات پر روشنی ڈال سکیں۔

19.1 تمہید:

فن مکتوب نگاری یا خط نگاری کو اردو نثر میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ دور دراز کے افراد کی خیر و عافیت معلوم کرنے اور ان سے رابطے کے لیے قدیم زمانے سے ہی خطوط ہی سب سے اہم ذریعہ رہے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خط نگاری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور اس میں علمی، ادبی، سماجی اور سیاسی موضوعات بھی داخل ہوتے گئے۔ خط نجی جذبات و خیالات کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ خطوط کے ذریعے لکھنے والے کے ذہن و مزاج، نفسیات، پسند و ناپسند، عادات و اطوار اور احوال و کوائف سے تو آگاہی ہوتی ہی ہے، اس

Scanned with CamScanner

زمانے کے سماجی اور سیاسی حالات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کسی دور کی تاریخ کے بارے میں جاننے کا ایک بہترین ذریعہ خطوط بھی ہیں کیونکہ ان میں وہ حقائق درج ہوتے ہیں جو بعض اوقات کسی تاریخ کی کتاب میں بھی نہیں ملتے۔ مرزا غالب کے خطوط کے مطالعے سے 1857 کے حالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اردو میں مرزا غالب، سرسید احمد خاں، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، مہدی افادی، مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی وغیرہ کے خطوط بے حد اہم ہیں۔ اس اکائی میں ہم آپ کو اردو کے سب سے اہم مکتوب نگار مرزا غالب کے حالات زندگی اور مکتوب نگاری سے واقف کرا رہے ہیں۔

19.2 مرزا غالب کے حالات زندگی:

مرزا غالب کا اصل نام محمد اسداللہ بیگ خاں تھا اور غالب تخلص۔ گھر میں میرزا نوشہ کہا جاتا تھا۔ ابتدائی دور میں انھوں نے اسد بھی تخلص رکھا۔ ان کے والد کا نام میرزا عبداللہ بیگ خاں اور والدہ کا نام عزت النسا بیگم تھا۔ وہ 27 ستمبر 1797 کو بروز بدھ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ مرزا کے خاندان میں کئی پشتوں سے سپہ گری کا پیشہ چلا آتا تھا۔ چنانچہ ان کے والد اور چچا نصراللہ بیگ خاں بھی اسی پیشے سے وابستہ رہے۔ مرزا غالب کے والد لکھنؤ میں نواب آصف الدولہ کے یہاں، حیدرآباد میں نواب نظام علی خاں اور الور کے راجا کے یہاں ملازم رہے۔ 1802 میں الور کے راجا کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ کے دوران مارے گئے۔ اس کے بعد چچا نصراللہ بیگ خاں کی زیر سرپرستی ان کی پرورش و پرداخت بڑے ناز و نعم کے ساتھ ہوئی جو اس وقت آگرہ کے صوبہ دار تھے۔ لیکن چچا کا سایہ بھی عارضی ثابت ہوا۔ 1806 میں نصراللہ بیگ خاں بھی راہی ملک عدم ہوئے۔ اس وقت مرزا کی عمر کوئی نو (9) سال تھی۔ مرزا غالب اور ان کے چھوٹے بھائی میرزا یوسف کو ننھیال کا پورا تعاون حاصل ہوا، نیز سرکاری وظیفہ بھی ملتا رہا۔ اس لیے انھیں مالی دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ الور کے راجا نے بھی عبداللہ بیگ خاں کے مارے جانے کے بعد خاندان کی کفالت کے لیے روزینہ مقرر کر دیا تھا۔ اس طرح مرزا کا بچپن فارغ البالی میں گزرا۔ چنانچہ انھوں نے شطرنج و چوسر بھی کھیلی اور دوستوں کے ساتھ پتنگ بازی بھی کی۔ شراب کی عادت بھی انھیں اسی زمانے میں لگی۔

اس زمانے کے دستور کے مطابق مرزا نے مولوی محمد معظم کے مدرسے میں فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ وہ بچپن سے ہی بہت ذہین تھے اور ان کا حافظہ بہت قوی تھا۔ ابتدائی عمر سے شعر و سخن کا چسکا لگ گیا تھا چنانچہ انھوں نے استاد شعرا کے کلام کا مطالعہ نہایت غور سے کیا تھا۔ شاعری میں ان کا کوئی استاد نہ تھا۔ انھوں نے اس میدان میں اپنی محنت اور ذہانت سے نہایت اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ لیکن اس زمانے میں ان لوگوں کا مذاق اڑایا جاتا تھا جن کا کوئی استاد نہ ہو۔ ایسے شعرا کو 'بے استادا' کہہ کر مذاق کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ اس صورت حال سے بچنے کے لیے مرزا غالب نے ایک ملاّ عبدالصمد کو اپنا استاد بتایا۔ حالانکہ اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ملاّ عبدالصمد نام کا کوئی شخص نہ تھا اور یہ صرف غالب کی ذہن کی پیداوار تھی۔

مرزا غالب کی شاعری کا آغاز بارہ برس کی عمر سے ہوا۔ تیرہ برس کی عمر میں ان کی شادی نواب الٰہی بخش خاں معروف کی چھوٹی بیٹی امراؤ بیگم سے ہوئی۔ الٰہی بخش خاں والی فیروز پور جھرکہ اور رئیس لوہارو نواب احمد بخش خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ امراؤ بیگم ایک ایک

Scanned with CamScanner

اکائی-20

سرسید احمد خاں کی مضمون نگاری

ساخت

20.0 اغراض ومقاصد

20.1 تمہید

20.2 سرسید احمد خاں کے حالات زندگی

20.3 سرسید احمد خاں کی مضمون نگاری

20.4 سرسید احمد خاں کا مضمون ''گزرا ہوا زمانہ'' (متن)

20.5 ''گزرا ہوا زمانہ'' کا تنقیدی مطالعہ

20.6 خلاصہ

20.7 اپنی معلومات کی جانچ کیجیے: جوابات

20.8 نمونۂ امتحانی سوالات

20.9 سفارش کردہ کتابیں

20.0 اغراض ومقاصد:

اس اکائی کا مقصد آپ کو مصلحِ قوم اور ممتاز نثر نگار سرسید احمد خاں کے حالاتِ زندگی، خدمات اور مضمون نگاری کی خصوصیات سے واقف کرانا ہے۔ اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ سرسید احمد خاں کے حالات زندگی بیان کر سکیں۔

☆ سرسید احمد خاں کی خدمات کے بارے میں بتا سکیں۔

☆ سرسید احمد خاں کی مضمون نگاری کی نمایاں خصوصیات پر روشنی ڈال سکیں۔

20.1 تمہید:

سرسید احمد خاں کا شمار ان سر برآوردہ ادیبوں میں ہوتا ہے جنھوں نے اردو زبان اور ادب کی ترویج وترقی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اردو زبان اور ادب کے فروغ کے سلسلے میں کی جانے والی ان کی کوششیں بے حد اہم ہیں۔ 1857 کے بعد مسلمان جس بدتر صورت

Scanned with CamScanner

حال سے دوچار تھے، سرسید اس سے بخوبی واقف تھے۔ انگریز مسلمانوں کو ہی اس بغاوت کا ذمہ دار سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے مسلمانوں کو ہی خاص طور سے ظلم کا نشانہ بنایا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد مسلمانوں کی اکثریت بیروزگار تھی۔ اس پر ستم یہ کہ انگریزی حکومت کے تحت بھی ان پر ملازمت کے دروازے بند ہو رہے تھے۔ یہ انتہائی المناک صورت حال تھی۔ اس صورت حال کو بدلنے اور مسلمانوں کو تعلیمی اور معاشی اعتبار سے ترقی یافتہ بنانے کے لیے سرسید احمد خاں نے ایک اصلاحی تحریک شروع کی جسے علی گڑھ تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس اکائی میں ہم آپ کو سرسید احمد خاں کے حالات زندگی، ان کی علمی اور ادبی خدمات اور مضمون نگاری کی خصوصیات سے واقف کرا رہے ہیں۔ نیز ان کے ایک بہت اہم مضمون ''گزرا ہوا زمانہ'' کا متن اور اس کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا جا رہا ہے جس کے مطالعے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ سرسید وقت کی کتنی قدر کرتے تھے۔

20.2 سرسید احمد خاں کے حالات زندگی:

سرسید 17 اکتوبر 1817 کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام میر متقی اور والدہ کا نام عزیز النسا بیگم تھا۔ میر متقی کا مغلیہ دربار سے تعلق تھا۔ وہ ایک آزاد منش انسان تھے۔ سرسید کی والدہ بھی ایک نہایت نیک اور خدا ترس خاتون تھیں۔ سرسید کی تعلیم و تربیت میں ان کا نہایت اہم کردار رہا تھا۔ وہ خود روزانہ انھیں پڑھاتی تھیں۔ 1838 میں سرسید کے والد کے انتقال کے بعد ان کا خاندان مالی دشواریوں کا شکار ہوگیا۔ اب سرسید نے انگریزی حکومت کی نوکری حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ابتدا میں انھوں نے کچہری میں سررشتہ داری کی نوکری کی بعد ازاں ایک انگریز افسر ہملٹن نے انھیں آگرہ کمشنری کے دفتر میں نائب منشی مقرر کردیا۔ وہاں انھوں نے کمشنری دفتر کا دستور العمل مرتب کیا۔ انھوں نے امیر تیمور سے بہادر شاہ ظفر تک 43 بادشاہوں کے حالات تحریر کیے جو 1840 میں ''جام جم'' کے نام سے شائع ہوا۔ اسی زمانے میں انھوں نے منصفی کا امتحان کامیاب کیا۔ 1841 میں انھیں مین پوری (اتر پردیش کا ایک ضلع) میں منصف مقرر کیا گیا۔ جلد ہی ان کا تبادلہ فتح پور سیکری میں ہوگیا جہاں وہ چار سال تک رہے۔ 1842 میں بادشاہ شاہ عالم کی جانب سے انھیں ''جواد الدولہ عارف جنگ کا خطاب عطا کیا گیا۔ 1846 میں ان کا تبادلہ دلی ہوگیا جہاں وہ 1854 تک برسرکار رہے۔ دلی میں قیام کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے اپنی تعلیم مکمل کی اور اس عہد کے جید علما سے کسب علم کیا۔ اسی زمانے میں انھوں نے اپنی مشہور کتاب ''آثار الصنادید'' تحریر کی جس میں دلی کی تاریخی عمارتوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں انھوں نے جو محنت کی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خود تمام عمارتوں کی لمبائی اور چوڑائی ناپتے، کتبے پڑھتے اور اسی خط میں انھیں نوٹ کرتے تھے۔ چھینکے میں لٹک کر انھوں نے قطب مینار کے کتبے پڑھے۔ یہ کتاب 1847 میں شائع ہوئی۔ بعد میں سرسید نے اس کا مقفّٰی اور مسجع اسلوب بدل کر اسے سادہ اسلوب نثر میں لکھا۔ 1854 میں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن چھپا۔ 1855 میں انھیں بجنور کا صدر امین بنایا گیا۔ بجنور قیام کے زمانے میں انھوں نے ''تاریخ بجنور'' تحریر کی۔ اس کتاب کا مسودہ 1857 کے ہنگامے میں ضائع ہوگیا۔ سرسید نے اسی زمانے میں ابوالفضل کی ''آئین اکبری'' کا مستند متن بھی تیار کی۔ مئی 1857 میں ہندوستانی سپاہیوں نے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کردی۔ کئی جگہ بڑی تعداد میں انگریز مارے گئے۔ سرسید نے بہت سے انگریزوں کی جان بچائی۔ اس وقت ان کی والدہ دلی میں تنہا تھیں۔

Scanned with CamScanner